غزلیات مرزا غالب

غزل — 1

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

کاو کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہئے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیرپا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

لغت: نقش: نقش و نگار، نشان۔ تصویر: بیل بوٹے کی نقاشی۔ شوخیِ تحریر: لکھنے کی سوخی، تصویر کشی میں شوخی۔ پیرہن: مراد لباس، قمیص۔ پیکر: جسم

تشریح: دیوانِ غالب کا آغاز ہی اس مشکل ترین شعر سے ہوتا ہے جس کے بارے میں تمام ناقدین اور ادیبوں کی رائے یہ ہے کہ غالب نے اپنے کلام کا آغاز ہی زبردست مشکل بیانی سے کیا اور اس شعر میں جو بھی فلسفیانہ نکات بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی وسعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کے بہت سے معروف ترین ادباء اس شعر کو نہایت ہی عمیق اور دقیق نکات کا حامل شعر قرار دے چکے ہیں۔ اس شعر میں غالب نے پوری کائنات کا تذکرہ نہایت احسن انداز میں کیا ہے۔ پھر اس کائنات کے خالق اور اس کی اعلیٰ ترین مہارت تخلیق کی عظمت کی نشاندہی کی ہے اور اس دنیا کی ظاہریت اور ناپائیداری کو اُجاگر کیا ہے۔ ان کے خیال

Scanned with CamScanner

میں اس خوبصورت کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ سب عارضی ہے۔ یہاں چلتے پھرتے تمام پیکر جو اپنے اوپر نہایت خوبصورت لباس اوڑھے پھرتے ہیں سب تصنع ہے سب عارضی ہے۔ سب ذرا سی بھی ناموافقت کی بناء پر مکمل طور پر مٹ جانے کے لئے ہے۔

غالب فرماتے ہیں کہ یہ خوبصورت دنیا جو تخلیق کا ایک بہترین نمونہ ہے کس ماہر تخلیقات کی شوخی نقاشی کا شاہکار ہے۔ اگرچہ یہ کائنات بہت ہی خوبصورت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں سب کچھ ناپائیدار، عارضی اور مٹ جانے والا ہے۔ اس جہان میں جتنے بھی پیکر جتنے بھی نقوش پھر رہے ہیں سب عارضی لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ سب کے سب ناپائیدار ہیں چنانچہ اس جہاں میں تمام پیکر جو لباس پہنے ہوئے ہیں وہ مضبوط نہیں کمزور ہیں کاغذی ہیں اور ذرا بھی ناموافق حالات میں ضائع ہو جانے والے ہیں۔ انسان بھی ناپائیدار ہے اس کا وجود بھی کائنات بھی۔

کاو کاو سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

لغت: کاو کاو: دراصل فارسی مصدر کاویدن سے اخذ ہے جس کے معنی ہیں کھودنا۔ کاویدن سے کاود مضارع ہوتا ہے۔ ضرورت شعری کے لئے اس کو صرف کاو کاو لکھا گیا ہے۔ اس سے مراد کوشش یا خلق ہے۔ کاو کی تکرار شدت اظہار کے لئے ہے۔ سخت جانیہائے تنہائی: جدائی کی سختیاں، تنہائی کی جان لیوا سختیاں۔ جوئے شیر: دودھ کی نہر، یہ تلمیح ہے فرہاد شیریں کے اصل عاشق کو ایرانی بادشاہ خسرو پرویز جو شیریں کو اپنانا چاہتا تھا اس نے فرہاد کو حکم دیا کہ وہ پہاڑ کاٹ کر اس میں دودھ کی نہر نکال لے تو اس کو شیریں مل جائے گی۔ یہ نہایت مشکل کام تھا لیکن فرہاد اس مہم کو سر کرنے کے لئے عمل پیرا ہو گیا تھا۔

تشریح: غالب گویا ہے کہ محبوب کے وصال کے لئے ہر عاشق کو بے پناہ کوشش کرنا پڑتی ہے۔ لاتعداد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے بے انداز مصائب جھیلنا پڑتے ہیں، جدائی کے غم کو مٹانے کے لئے دنیا کا کوئی بھی دشوار ترین کام کرنے کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے غالب فرماتے ہیں: تنہائی ایک زبردست عذاب کا موجب ہے۔ صبح سے شام تک وقت گزارنا اور اسی طرح شب گزارنا ایک عاشق کے لئے اتنا ہی مشکل ہے جس قدر فرہاد کو پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر بہانا مشکل تھا۔ مقصد یہ ہے کہ وصال محبوب کے لئے زندگی بھر زبردست مشکلات کو سر کرنا پڑتا ہے ورنہ دن رات کوشش میں مصروف رہ کر بھی حصول منزل کی امید کم ہوتی ہے۔

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہئے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

Scanned with CamScanner

لغت: شوق: عشق۔ دم شمشیر: تلوار کی دھار۔ جذبہ بے اختیار: ایسا جذبہ جس پر اختیار نہ ہو

تشریح: مرزا غالب فرماتے ہیں کہ میرے عشق میں شوق قتل کا جذبہ جو اختیار سے باہر ہے دیکھنے کے لائق ہے۔ محبوب کی تلوار مجھے قتل کرنے کے لئے اس قدر بے تاب ہے کہ اس کی تیز دھار میری گردن کاٹنے کے لئے نیام سے باہر آ گئی ہے۔ چونکہ تلوار کی کاٹنے والی دھار تلوار کے ایک طرف پوری لمبائی پر زبردست تیزی کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے جونہی وہ کسی پر پڑتی ہے کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔ وہ تلوار کے اندر نہیں ہوتی بلکہ تلوار کے باہر ہوتی ہے۔ شاعر کی نازک خیالی ملاحظہ فرمائیں کہ ایک دھار کو اس نے اس لئے باہر قرار دیا ہے کیونکہ وہ عاشق کا قتل کرنے کے لئے بے تاب ہے۔

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

لغت: آگہی: شعور، عقل، علم، باخبری۔ دام شنیدن: سماعت کا جال۔ مدعا: مقصد۔ عنقا: ایک فرضی جانور جس کے بارے میں مشہور ہے کہ جس شخص کے سر پر بیٹھے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے لیکن ایسے جانور کا وجود کوئی نہیں ہے مراد مفقود، نہ ہونا

تشریح: غالب کے مشکل ترین اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔ ایک سیدھی سادھی بات کو انہوں نے ادبی پیچ و تاب میں لاکر مشکل بنا دیا ہے۔ وہ کہنا چاہتے ہیں کہ دور حاضر میں عقل شعور اور باخبری کتنے بھی سماعت کے جال بچھائے، وہ اصلی مقاصد کو حاصل نہ کر سکیں گے کیونکہ انہیں ابھی یہ بھی معلوم نہیں کہ مقاصد حیات اور مقاصد تخلیق کائنات کیا ہیں۔ ان کا علم بہت محدود ہے، وہ کتنی ہی تقریریں کیوں نہ کریں، وہ کتنی ہی باتیں لوگوں کو سمجھائیں، ان پر خود اپنا مدعا واضح نہیں ہے اس لئے یہ سب تقریری جہاں بے کار ہیں۔

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

لغت: بسکہ: بہت، پوری طرح۔ اسیری: قید۔ آتش زیر پا: مضطرب، بے چین، ایسے شخص کی کیفیت والا جس کے پاؤں کے نیچے آگ ہو۔ موئے آتش دیدہ: ایسا بال جس کو آگ نے چھوا ہو، بال آگ سے جھلس جاتا ہے اور سیدھا رہنے کی بجائے اس کے کئی گول حلقے بن جاتے ہیں۔

تشریح: مرزا غالب عشق کی اسیری میں پوری طرح پابند سلاسل ہیں اور قید خانے میں ان کو چین کہاں۔ ان کی کیفیت تو ایسے ہے جیسے کسی نے ان کے پاؤں کے نیچے آگ جلا رکھی ہو۔ وہ مضطرب، بے چین اور تکلیف میں ہیں اور جو زنجیر ان کو پہنائی گئی ہے، وہ کوئی سیدھا سادا

طوق نہیں ہے، کوئی لوہے کا عام کڑا نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی زنجیر ہے جس کے کئی ایک حلقے ہیں۔ بالکل اسی طرح کہ جس طرح ایک بال کو آگ کے نزدیک جھلسا دیا جائے اور وہ سیدھا رہنے کی بجائے پیچ دار ہو جائے، اس میں کئی گول گول حلقے بن جائیں۔ بہرحال غالب عشق میں گرفتار ہو کر سکھ میں نہیں ہیں بلکہ تکلیف دہ حالت میں ہیں۔